JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

**Dr. Muhammad Khawar Nawazish**
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 300 9561745

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
khawarnawazish@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

# JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 40, Issue No.01

## TITLE OF THE PAPER

# براہوئی زبان کی تاریخ (ایک جائزہ)

## AUTHOR(S)

* **Dr. Zahid Hussain Dashti**
Department of Balochi
University of Balochistan, Quetta
** **Dr. Zia ul Rehman Baloch**
Assiatant Professor, Department of Pakistani Languages
Allama Iqbal Open University, Islamabad
*** **Durdana**
Assiatant Professor, Department of History
Govt. Degree Girls College, Satellite Town, Quetta

CONTACT
* zahiddashti29@gmail.com ** zia.rehman@aiou.edu.pk

HISTORY OF THE PAPER

Received on: May 19, 2024
Accepted on: June 25, 2024
Published on: June 30, 2024

DETAIL(S)

Volume No. 40, Issue No. 01, Page No: 121-135
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
COPYRIGHT
©The author(s) 2024. ©Journal of Research (Urdu) 2024.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

* ڈاکٹر زاہد حسین دشتی ** ڈاکٹر ضیاالرحمٰن بلوچ *** دردانہ

# براہوئی زبان کی تاریخ (ایک جائزہ)

## History of Brahui Language (An Overview)

**ABSTRACT**

Brahui language, along with Pakistan, is spoken in different countries like Iran, Afghanistan, and Gulf etc. Brahui is from the Dravidian group of the language. In Pakistan there are a number of indigenous languages that are not widely known especially the dialects spoken in the Northern and Hard areas that are under privilege. Brahui is one of the indigenous languages of Balochistan. Brahui belongs to the north-western group of the Dravidian Languages. It is apparently most closely related to the north eastern group of these languages which includes malto and Kurukh. Brahui is related more distantly to the Gandawana group, which includes Kul, Kuvl, Monda, Pengo, Konda, and Gondi. This research article presents an Overview of the history of Brahui language.

**KEYWORDS**

Brahui, Language, History, Dravidian, Dialect, Pakistani Languages

براہوئی زبان اپنی جغرافیائی، سیاسی، ثقافتی، تاریخی اور ادبی حوالے سے انتہائی اہمیت کے حامل زبان ہے۔ اس زبان بولنے والوں کے درمیان انتہائی گہرے برادرانہ تعلقات ہیں جو کہ ایک جان دو قالب کے مترادف ہیں۔ اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم یہاں براہوئی زبان کے بارے میں نامور محقق ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کے کتاب ''براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ''میں تحریر کردہ حوالہ شامل کرتے ہیں، جو کہ براہوئی زبان کے تاریخی پس منظر کو ظاہر کرتا ہے:

> ''السنہ دراوڑی ہونے کی وجہ سے ''براہوئی'' پاکستان کی ایک قدیم ترین زبان ہے۔ اس حقیقت پر معتبر محققین اور ماہر لسانیات کی ایک اکثریت، اعتبار کی مہر ثبت کرتی ہے۔ ماسوائے چند ایک تاریخ لکھنے والوں کی جن میں میر گل خان نصیر، آغا نصیر خان

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

احمد زئی، عاقل خان مینگل، صالح محمد لہڑی اور میر خدابخش مری نے کچھ عرب جغرافیہ دانوں، مورخین اور سیاحوں کے کتب سے بحث کر کے کہا ہے کہ ''براہوئی زبان'' تورانی'' زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ جس میں ''ستین، بابلی اور مید شامل ہیں''۔(1)

براہوئی زبان کے بارے میں محققین مختلف رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ محترمہ عائشہ مینگل اپنے ایم فل مقالہ English in Quetta جو کی کتابی صورت میں براہوئی اکیڈمی کی جانب سے شائع ہوا ہے تحریر کرتی ہیں:

> "In Pakistan there are a number of indigenous languages that are not widely known especially the dialects spoken in the Northern and Hard areas that are under privilege. Brahui is one of the indigenous languages of Balochistan that is spoken about 29% of the population of this province." (2)

جہاں تک براہوئی زبان بولنے والوں کے روزگار، سیاست، ثقافت اور ادب کا مرکز دیکھا جائے تو اُنھوں نے قدیم تاریخ سے خانہ بدوشانہ زندگی گزاری ہے۔ وہ گرمیوں میں بلوچستان کے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کر کے اپنی زمینداری، مال مویشی پالنا وغیرہ میں زندگی گزارتے ہیں۔ جبکہ سردیوں میں چونکہ یہاں سخت سردی پڑتی ہے۔ اور ماضی میں یہاں پر گیس اور ایندھن کے دیگر ذرائع ناپید تھے تو وہ مجبوراً اور طبعیتاً سندھ کی طرف بولان کے راستے سفر کرتے ہیں۔ اس حوالے سے جاوید اختر اپنی کتاب ''براہوئی لسانیات میں تحریر کرتے ہیں:

> ''براہوئی لوگ ابتداء سے آج تک خانہ بدوش ہیں۔ وہ سالانہ موسمی ہجرت کرتے ہیں اور کچھی اور سندھ موسم سرما گزارتے ہیں۔ اور موسم گرما کوئٹہ قلات کے پہاڑوں میں۔ آثاراتی تحقیق سے بھی ثابت ہوا ہے کہ یہ لوگ قدیم ما قبل تاریخ ادوار سے موسمی

ہجرت کرتے چلے آئے ہیں۔ ہمیں ان کی موسمی ہجرت کا سراغ جدید حجری عہد میں بھی ملتا ہے۔"(3)

مذکورہ ہجرت یا خانہ بدوشانہ زندگی میں سفری سہولیات نہ ہونے اور بعض اوقات سفر کے دوران بارشوں کے گھیر لینے سے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ ان کے ساتھ ان کے مال مویشی بھی ہوتے ہیں جن میں اونٹ کو وہ اپنی سامان کو اٹھانے کے لئے اور دیگر بھیڑ بکریوں کو اپنی گزر بسر کے لئے ساتھ رکھتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کی خوراک کے لئے وہ راستوں میں سبزہ وغیرہ جبکہ پڑاؤ کی جگہ پر کٹے ہوئے فصل کے باقیات کو خرید کر یا انسانی ہمدردی کے تحت حاصل کر کے اپنی مال مویشی کو چراتے ہیں۔

اس سفر کی روائیداد انتہائی دلچسپ اور مختلف واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جبکہ سفر کے دوران ان کو کئی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے۔ سفر اور خانہ بدوشانہ زندگی کے حوالے سے جاوید اختر لکھتے ہیں:

"براہوئیوں کے بہت سے گروہ کچھی اور سندھ سے مزید آگے بڑھ کر ماضی میں ہندوستانی گجرات اور راجھستان بھی چلے گئے۔ اور اسی طرح انہیں وہاں مستقل رہائش پذیر یا آباد ہونے کا موقع میسر آگیا۔ جیسے کہ انہیں سندھ اور کچھی میں مستقل آباد ہونے کا موقع ملا۔ اس سے ہم بخوبی نتیجہ برآمد کر سکتے ہیں کرخ، اور مالتو براہوئیوں کے ان گروہوں میں سے ایک ہیں جو وسطی اور مشرقی ہندوستان کی پہاڑوں میں مقیم ہیں۔ بلوچستان سے کچھی، سندھ، گجرات، اور راجھستان موسمی ہجرت کے دوران بلوچستان میں واپسی کا راستہ بھٹک گئے یا راستہ بند ہو گیا۔ لہذا وہ وہاں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ جس کا لسانی ثبوت یہ ہے کہ کرّخ اور مالتو زبانیں براہوئی زبان سے کئی ایک لسانی مماثلتوں کی حامل ہیں۔ جس کی بناء پر ماہرین لسانیات نے ان تین زبانوں کو شمالی دراوڑی ذیلی گروہ میں شامل کیا ہے۔" (4)

براہوئی زبان کی تاریخی پس منظر کی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے یہاں جاوید اختر کی کتاب "براہوئی ادب کا سماجی پس منظر سے کچھ اکتساب کرتے ہیں:

''وقت کے ساتھ ساتھ جب قبائلی ریاستیں بڑی بڑی سلطنتوں میں تبدیل ہوئیں توان کا انتظام وانصرام چلانے کے لئے فن تحریر کی ضرورت پڑی اور اسے ایجاد کرنے میں کئی صدیاں لگ گئیں۔ لیکن رفتہ رفتہ تحریری زبان وجود میں آگئی۔ براہوئی زبان کب تحریری شکل میں آئی ؟اس کا صحیح زمانہ تو متعین نہیں کیا جاسکتا مگر اس کا تخمینہ براہوئی زبان کی ماں اور اولین دراوڑی زبان ( Proto-Dravidian Language) کے عہد سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو موہنجو دڑو، ہڑپہ، مہر گڑھ، پیرک، پیریانو غنڈی، مغل غنڈی، طوغاؤ، نال،اور ناچ، شاہی تمپ، سریاب اور گزگ وغیرہ ہم کی دراوڑی تہذیب کے زوال سے قبل کئی صدیوں تک وسطی ایشاءاور جنوبی ایشیاءپر مشتمل خطے میں علمی ، ادبی تحریری، تجارتی او ر رابطے کی زبان ( Lingua Franca) کے طور پر مروج رہی ہے۔ جس کے شواہد ہمیں مذکورہ بالا تہذیب کے سابقہ مراکز سے برآمد ہونے والے آثار، کتبوں، مہروں، بتوں، سکوں، زیورات اور برتوں وغیرہ سے ملتے ہیں۔ براہوئی زبان کا تعلق بھی چونکہ مذکورہ بالا زبان سے ہے ۔لہذا یہ بھی اس عہد میں ضرور تحریری زبان ہو گی۔ دراوڑی تہذیب کے زوال کے ساتھ مذکورہ بالا زبان اور براہوئی زبان میں پیدا ہونے والا ادب بھی زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہا۔ لہذا آج وہ ناپید ہے۔''(5)

براہوئی معاشرے کے تہذیبی رنگ اپنی خوبصورتیاں لئے دنیا کے لئے منفرد بنتے جارہے ہیں۔ محفلوں میں ،ادب، سیاست ، ثقافت اور سیر و تفریح کی گفتگو انسانی ذہن کو تروتازہ کرتی ہے۔اسی قسم کی ایک محفل کی روائیداد کامل القادری اپنی براہوئی کتاب ''شروخ''میں شامل کرتے ہیں،وہ لکھتے ہیں کہ :

''صبح صادق کا وقت تھا۔ موسم گرم تھا۔ اپنے وطن کے پرانے ساتھی دعوت شیراز میں مشغول تھے۔ قریب کا چائے کا پیالہ جب خالی ہوا تو شعر وادب کی مجلس شروع ہوئی۔ بلوچی، براہوئی، اردو، فارسی، پنجابی، سرائیکی شاعروں پر گفتگو ہونے کے بعد جب محفل میں بیٹھے دوستوں کو نیند آنے لگی تو کسی نے آہستہ آہستہ گانا گانا شروع کر

دیا۔اور براہوئی کے لوک گیت لیلی مور شروع ہوا۔آواز تیز ہوتی گئی اور سریلے پن کی وجہ سے آنکھیں کھلنے لگی اور ذہن بیدار ہونے لگے۔" (6)

بلوچستان میں بولی جانے والی زبانیں جتنی قدیم ہیں اتنا ہی ان کا ادب بھی قدیم ہے اور اس کے آبیاری کے لئے ادبا اور محققین اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں میں براہوئی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ جہاں وہ ان زبانوں کے بولنے والوں کے لئے سیاسی جدوجہد کر رہے ہیں وہیں وہ اپنی زبانوں کی ترقی اور اس کے ادب کی ترقی کے لئے گوشاں ہیں۔ براہوئی زبان کے بارے میں محققین کی رائے کو ہم جا بجا شامل کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ایک اہم حصہ شامل کر رہے ہیں جو کہ جاوید اختر کی کتاب "براہوئی لسانیات" میں شامل ہے:

"براہوئی بالعموم دنیا بھر کی اور بالخصوص برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔اور یہ ایک دراوڑی زبان ہے جو بلوچستان اور افغانستان میں براہوئی قوم کی زبان ہے۔ اور اس کا علاقہ ابتدائی ہڑپائی جدید حجری عہد کی ثقافت ( Early Harappan Neolithic Culture) کے قدیم خطوں تک پھیلا ہوا ہے۔اسی بناء پر سر ڈینس برے نے براہوئی قوم کے بارے میں حسب ذیل الفاظ تحریر کیے:

There is his alien, and to the ears of his neighbors barbarous, language, and island of Dravidian utterly served from its kin by many hundred miles of surrounding Indian and Iranian Languages and possibly by far more hundred years of isolation,,, who are these strange, Dravidian speaking Tribesmen? ....And if the racial riddle of such a commixture of people is unanswerable, what of their language?

**Journal of Research (Urdu)**
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

> Polyglot in vocabulary, it is sheer Dravidian in its structure. Is it indigenous to Balochistan or immigrant? If immigrant, whence and when and how did its kin wander forth beyond its utmost ken."(7)

موجودہ تیز رفتار دور میں بلوچ کس مقام پر اور کہاں کھڑے ہیں۔گلوبلائزیشن کے اثرات کے حوالے سے ان کی جدوجہد کس مقام پر ہے۔کیاوہ موجودہ دور کی ضرورتوں کے تحت خود کو ڈھال رہے ہیں یا نہیں ؟اس سوال کے جواب میں خاص کر ادبی حوالے سے سفر کی روائیداد پروفیسر سوسن براہوئی اپنی کتاب ''براہوئی قدیم نثری ادب'' میں تحریر کرتے ہیں:

> ''آج کی دنیا ترقی کے سفر پر روانہ ہے۔کوئی ایک قدم آگے تو کوئی ایک قدم پیچھے۔لیکن سفر سب کا جاری ہے۔اس سفر میں براہوئی بھی اپنے کاروان کو رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔سائنسی اور علمی دور میں دنیا قریب سے قریب تر آرہی ہے۔اس حالت میں دیگر شعبہ جات کے علاوہ ثقافت،ادب اور زبانیں بھی ایک دوسرے سے قریب آرہی ہیں۔جسے ایک نیک شگون قرار دیا جاسکتا ہے۔اور زبانیں اپنے ہمسایہ زبانوں سے کچھ نہ کچھ لے دے کر رہی ہیں۔'' (8)

براہوئی زبان اپنی مشترکہ خصوصیات کے ساتھ علمی،ادبی،ثقافتی اور سیاسی حوالوں سے پروان چڑھ رہی ہے۔ان زبان کی ساخت کے متعلق بہت سے ماہر لسانیات اظہار خیال کر چکے ہیں جو کہ جابجا اس مقالے میں شامل کئے گئے ہیں۔ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کا خیال ہے:

> ''وادی سندھ کے موہنجودڑو کی تہذیب جو پورے برصغیر پر محیط تھی اس میں بلوچستان کے وہ علاقے جو دریائے سندھ کے مغرب میں واقع ہیں بھی شامل تھے۔آریاؤں کی آمد سے پہلے یہاں دراوڑی قوم آباد تھی۔اور ان کی زبان بھی دراوڑی تھی۔ہڑپہ، موہنجودڑو،چاہوں جودڑو اور دوسری جگہوں سے ملنے والی مہروں پر کندہ تحریر کو پڑھنے

> کی کاوشیں ابھی تک جاری ہیں۔ڈاکٹر آسکو پار پولا، سمیو پار پولا اور انکے معاونین جن کا تعلق ڈنمارک سے ہے نے مذکورہ تحریر کو پڑھنے کی کوشش کی ہے۔انہیں اس سلسلے میں کامیابی تو نہیں ہوئی لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ یہ زبان دراصل دراوڑ زبانوں کی ماں Proto-Dravidian تھی۔ براہوئی زبان بھی اس سے ملتی جلتی ایک زبان ہے۔"(9)

یہاں پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ براہوئی زبان اپنے تاریخی پس منظر کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں بھی اپنی بہت ساری خصوصیات کے ساتھ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس سلسلے میں مختلف تحقیق سامنے آچکے ہیں۔ مگر ضرورت پھر بھی اس امر کی ہے کہ مذکورہ زبانوں کے ادباءاور محققین اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کام اور تحقیق کرکے ان زبان کی مشترکہ خصوصیات کو قلم بند کریں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ ذمہ داری ادبی اداروں کی ہے کیونکہ وہ اپنی زبان کو زندہ رکھنے اور موجودہ دور کی ضرورتوں کے تحت ہم آہنگ کرنے کے لئے کام کر رہے ہیں۔

کسی بھی زبان کے ادب میں تخلیق اور تحقیق انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔تاہم جب لوک ادب کی اصناف کا جائزہ لیتے ہیں تو اس چیز سے ہمیں متفق ہونا پڑے گا کہ لوک ادب مختلف مجالس، گفتگو اور مختلف واقعات کے بعد تخلیق ہوئے۔ جو کہ سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل منتقل ہو کر ہم تک تحریری شکل میں پہنچا۔اس ضمن میں لوک ادب کی اہمیت اور ضرورت کو مدنظر رکھ شاہین بارانزئی رقم طراز ہیں:

> "لوک ادب چاہے وہ نظم ہو یا نثر کسی قوم وزبان کی بنیاد قرار دی جاسکتی ہے۔ جن اقوام نے اپنی لوک ادب پر توجہ دی تو انہوں نے اپنی زبان وادب کو ترقی دینے میں کامیابی حاصل کی۔ لیکن اس کے مقابلے میں جن اقوام نے اس جانب توجہ نہیں دی تو وہ اس دوڑ میں پیچھے رہ گئیں۔ براہوئی ادب (لوک) کی ترقی کے لئے براہوئی اکیڈمی اپنی خدمات پیش کر رہی ہے۔اس موضوع پر کام کرنے والے شاعر،ادیب،دانشوروں کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ادیب وشعراءلوک ادب پر کام کرکے ان موتیوں کو سامنے لائیں۔(10)

جیسا کہ ہم جانتے کہ زبانوں کالوک ادب اپنے قدیم زمانے سے مختلف ذرائع سے ہم تک پہنچا اگر ہم لوک ادب میں مختلف اصناف جن میں ضرب الامثل کی تخلیق کے مراحل کا جائزہ لیں تو ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ براہوئی زبان کے لوک ادب میں قدیم زمانے کے لوگوں نے اپنی گفتگو جو کہ کسی بزرگ کے اپنے بچوں کے ساتھ یا اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ پند ونصیحت کے طور پر جو جملے ادا کئے وہ آگے چل کر ضرب الامثل کی صورت اختیار کر گئے۔ جو کہ کسی کی غلطی، بے وقوفی یا کسی قوم اور برادری کی بہادری، مہمان نوازی، سچائی اور زندگی کے مختلف اصولوں کے متعلق تھے۔ جو کہ آج ہمیں ایک خزانے میں ملے ہیں ان کو آنے والے نسلوں کو پہنچانا اس دور کے ادیب ، شاعر اور محققین کی ہے جو کہ اپنی تحریروں اور گفتگو کے ذریعے ان کو نہ صرف زندہ رکھ سکتے ہیں بلکہ محفوظ رکھ کر آنے والے نسلوں تک منتقل کر سکتے ہیں جو کہ ایک امانت کی صورت میں موجودہ دور میں موجود ہیں۔

براہوئی بولنے والوں کا سب سے بڑا مسکن بلوچستان ہے جو سیاسی اور جغرافیائی لحاظ سے اس خطے کا سب سے اہم اور حساس ترین صوبہ ہے۔ یہ سندھ وپنجاب کے مغرب ایران کے مشرق اور افغانستان کے جنوب میں 3 لاکھ 47 ہزار کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ وقت کے ساتھ یہاں پر مختلف اقوام اور زبانوں کے لوگ آکر آباد ہوئے۔ اس حوالے سے عبدالقیوم بیدار تحریر کرتے ہیں:

> "بلوچستان میں بلوچ، براہوئی، جدگال اور پشتون قبائل کے علاوہ ہندو بھی سکونت پذیر ہیں جو یہاں کے قدیم باشندے ہیں ۔ انگریزوں کی آمد کے ساتھ ساتھ یہاں پنجابی، اردو اور فارسی بولنے والے افراد زیادہ تر ملازمت اور تجارت کے سلسلے میں آئے اور پھر ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ فارسی بولنے والوں میں دہوار یہاں کے اصل باشندے ہیں جبکہ مغل نسل کے ہزارہ لوگ عبدالرحمن خان امیر کابل کے خلاف بغاوت میں شکست کھانے کے بعد ہجرت کر کے یہاں آئے اور زیادہ تر کوئٹہ شہر میں آباد ہوئے۔"(11)

یہاں کے ادب پر وقت کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کی زبانوں کے اثرات مرتب ہو رہی ہیں ساتھ ساتھ یہاں کے مقامی زبانوں کے اثرات سے بھی براہوئی زبان بچی نہیں۔ مگر جہاں تک لوگوں کی بات ہے وہ گاؤں اور

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

میدانوں میں رہنے والے وہ باشندے ہیں جنہوں نے اپنی زبانوں کو ان اثرات سے محفوظ رکھا ہے بلکہ وہ اپنی زبان کے قدیم خزانے کو بھی محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ آج بھی گاؤں اور ویرانوں میں رہنے والے خانہ بدوش افراد روزمرہ زندگی میں نہ صرف خالص براہوئی زبان بولتے ہیں بلکہ وہ ضرب الامثل کو بھی اپنی گفتگو میں زندہ رکھے ہوئے ہیں اور اگر کوئی مہمان شہر سے ان کے پاس جاتا ہے تو وہ نہ صرف وہ ان خزانوں کے متعلق بتاتے ہیں بلکہ یہ بھی کہنے میں عار محسوس نہیں کرتے کہ ان کے آباؤ اجداد نے براہوئی ضرب الامثل کو کس طرح تخلیق کیا اور کس طرح ان کو زندہ رکھا۔ اس لئے ضرورت آج پھر ان ادبی اداروں، دانشوروں اور ان حضرات کی ہے جو اپنی زبانوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو صاف اور اصل حالت میں سننا اور پڑھنا پسند کرتے ہیں ان کی ذمہ داری ہے وہ اپنی وسائل یا مختلف اداروں کی معاونت سے لوک ادب کے خزانے کو محفوظ رکھنے کے لئے اقدامات کریں۔

پوری دنیا میں ہر قوم نے اپنے ادب خاص کر لوک ادب کے حوالے سے مختلف تحقیق اور کوششیں کی مگر انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہر زبان کی تخلیق اور اس کی تاریخ بہت ہی پرانی ہے۔ انسانی سماج میں زبان اور تخلیق کے حوالے پروفیسر سوسن براہوئی لکھتے ہیں:

> "انسان اپنی وجود کے اندر ایک کائنات ہے۔ اور کائنات کی وسعت قدموں سے گنا نہیں جاسکتا۔ کائنات میں ہر طرف سُر و لے پھیلی ہوئی ہے۔ اور انسان کے وجود کے اندر بھی سُر اور لے زبان کی صورت موجود ہے۔ اسی لئے دانشور کہتے ہیں کہ ہر زبان ایک مکمل سُر ہے۔ یہ سُر دنیا میں اُس وقت پھیلی جب انسان نے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ ان کو کھانے اور پینے کی اشیاء سے پہلے الفاظ ملے۔ اور الفاظ کی ترتیب آج تک ان کے ذہن اور زبان پر پھیلی ہوئی ہے۔" (12)

تخلیق چاہے سائنسی ایجادات کی ہو یا کسی بھی زبان کی ادب کی وہ انتہائی پیچیدہ اور مشکل کام ہے مگر اس کام کو ماضی کے لوگوں نے بڑی ہی خوبصورت انداز میں کیا۔ ان کی گفتگو کی شائستگی اور مستند ہونے کی سب سے بڑے دلیل یہ ہے کہ انہوں نے ضرب الامثال کو ایجاد کیا اور مختلف موقعوں پر ان کا استعمال کیا۔ یوں یہ تخلیق کا سفر

آگے بڑھ کر ہم تک پہنچااور جب ہم کسی بھی زبان میں ضرب الامثل کی تخلیق کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں تو اس کا مطلب اس زبان کی اہمیت کو بیان کر رہے ہوتے ہیں

کسی بھی معلومات اور تحریر کی اصل اہمیت کو جاننے کے لئے اس کا مطالعہ اور اس میں موجود مواد کے مطالعے سے سب کچھ سامنے آجاتا ہے۔ کہ مجموعی طور پر کسی بھی ادب کی تخلیق کسی بھی قوم کی معاشرتی زندگی میں اہمیت رکھتی ہے۔

جہاں تک اس کی قدرتی تقسیم ہے اس میں بلوچستان جغرافیائی لحاظ سے لق ودق صحراؤں، چٹیل میدانوں اور پُر شکوہ پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ بلوچستان کا وسطیٰ علاقہ کوہستانی سلسلوں پر محیط ہے جبکہ کچھی، سبی اور نصیر آباد ایک وسیع و عریض میدان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ضلع چاغی کی جانب سرحدی علاقہ بے آب و گیاہ صحرا اور لق دق ریگستان ہے۔ کوہ سلیمان جو بلوچستان کو پنجاب اور شمال مغربی سرحدی صوبہ سے جدا کرتا ہے ڈھائی سو میل لمبا ہے۔ یہ پہاڑ کئی سلسلہ ہائے کوہ پر مشتمل ہے اور اس کی سب سے بلند چوٹی تختِ سلیمان سطح سمندر سے گیارہ ہزار دو سو بانوے فٹ بلند ہے۔ کوہ چلتن جو اسی سلسلے کی ایک پہاڑی ہے اس کی بلندی دس ہزار چار سو اسی فٹ ہے۔ کوہ بروہی وسطیٰ، جس کا سلسلے سارا وان اور جھالاوان کی جنوب مشرقی اور مشرقی سمت میں تقریباً شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ دو سو اسی میل لمبا ہے۔ اور بلوچستان کے مشہور درے بولان اور مولا اسی پہاڑ کے سلسلوں میں واقع ہیں۔ اس کی مشہور بلند چوٹیوں میں زرغون سطحِ سمندر سے گیارہ ہزار سات سو اٹھاسی فٹ، خلیفت گیارہ ہزار چار سو فٹ زرگٹ گیارہ ہزار دو سو انچاس فٹ، ماران دس ہزار سات سو تیس فٹ بلند ہے۔

اسی طرح کیر تھر کا سلسلہ کوہ، پب کا سلسلہ کوہ، سلسلہ کوہ سیاہان، راسکوہ، کوہ وسطیٰ مکران، کوہ توبہ کے سلسلے جبکہ دروں میں بولان درہ، مولہ کا درہ.... دریاؤں میں ہنگول ناڑی ندی رخشان، دشت کور، لوہڑہ، دریائے ژوب، بولان ندی، مولہ دریا زہری، حب دریا، دریائے پورالی، دریائے لہڑی، دریائے بڈو.... بندرگاہوں میں سون میانی، اورماڑہ، بندرگاہ کلمت، پسنی بندرگاہ گوادر بندرگاہ.... پیشے جو کہ بلوچستان یا بلوچی اور براہوئی بولنے والوں نے اختیار کئے ہیں۔ ساحلی قصبوں کی آبادی کا بیشتر حصہ کا پیشہ ماہی گیری اور ملاحی ہے جبکہ اندرون بلوچستان کے لوگ مالداری، کشاورزی، دستکاری اور ملازمتوں شامل ہیں۔ بلوچستان میں بیش بہا قیمتی معدنیات پائی جاتی ہیں جن میں

بیرائٹ، کرومائٹ، سنگ مرمر، فلورائٹ، مینگانیز، سُرمہ، تانبا، میگنا سائیٹ، کوئلہ، جپسم، گندھک، تیل اور قدرتی گیس، کھریا مٹی شامل ہیں۔

دور جدید میں انسانیت کی معراج یہی ہے کہ تمام انسانوں کے درمیان فرق کو ختم کیا جائے مگر یہ ایک کائناتی حقیقت بھی ہے کہ ہر گروہ اپنے گروہ کے لوگوں کے ساتھ تعلقات بناتا ہے اور انہی کے فائدے کا خیال رکھتا ہے۔ شاہ کامل القادری اپنی کتاب ''جواہرات براہوئی'' میں زبان کی ابتدا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''براہوئی زبان کے آغاز کا نظریہ محض ایک علمی بحث کی حیثیت رکھتا ہے۔ ابھی اس نظریے کی صحت سے متعلق وثوق کے ساتھ کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ جہاں تک اس زبان کے موجودہ مواد کا تعلق ہے۔ اتنا اشارہ کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس کے ذخائر مطالعہ اور اس کی کوتاہیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے منظم علمی مجاہدے کی ضرورت ہے۔''(13)

جب ہم سائنسی اور جدید دور کے مطالعے اور تحقیق کو سامنے رکھتے ہیں تو براہوئی معاشرہ کے متعلق وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے سفر میں کئی نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ مگر اس خطے کی معاشروں اور اس سرزمین پر زمین کی سفر کے متعلق جو رائے ہے اس سے سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ بہت سی تہذیبوں اور معاشروں کی طرح یہ بھی انتہائی قدیم ہے۔ نور خان محمد حسنی لکھتے ہیں:

> ''بلوچستان میں غاروں سے برآمد ہونے والے پتھر کے اوزار Pleistocene دور کے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جب بہت سے رینگنے والے جانور نایاب ہوگئے تھے اور دھرتی پر ممل جانوروں کا غلبہ رہا۔ یہ اوزار کوٹ منڈی، مری کے علاقے اور کھوکھر کور لسبیلہ سے ملے یں۔ اس کے ساتھ ساتھ ژوب اور موسیٰ خیل کے اضلاع کے سلیمان رینج میں کچھ غار اور Rock Shelter پینٹنگز دریافت ہوئی ہیں۔ جو Upper Palaeolithic دور کی ثقافتوں سے تعلق رکھتی ہیں جن کا عرصہ بالترتیب 22000-18000 قبل مسیح اور 18000-12000 قبل مسیح کا ہے۔ مشرقی بلوچستان میں کوٹ منڈئی اور مری کے علاقے میں پائے جانے والے یہ پتھر کے اوزار

انسانی ارتقاء کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اوزاروں کو 1898ء میں دریافت کیا گیا۔ انسانی سرگرمی کا اظہار کرنے والے یہ قدیم اوزار سطح مرتفع بلوچستان کو انسانی سرگرمی کے دیگر قدیم مراکز سے ملاتے ہیں۔" (14)

اس سلسلے میں عبدالقیوم بیدار اپنی کتاب کے مطابق:

"مستند تاریخ کے آغاز میں بروہی باشندے قلات کے آس پاس رہتے تھے۔ ان کے کئی گروہ تھے جن میں سے ایک گروہ میرواڑی کہلاتا تھا۔ اس گروہ کا سرغنہ میر محمد عمر تمام بروہی باشندوں کا سردار تھا۔ ان بروہیوں نے رفتہ رفتہ جھالوان کے قدیم جدگال باشندوں کو نکال کر مستونگ سے لے کر لسبیلہ تک کے سارے علاقے پر اپنا اقتدار قائم کیا۔ بروہی اقتدار کی توسیع کے ساتھ لفظ "بروہی" بھی وسیع طور پر استعمال کیا جانے لگا۔" (15)

پروفیسر سوسن براہوئی کے خیال میں "خلقی" عربی اور براہوئی کا وہ لفظ ہے جس کے معنی پیدائشی، قدرتی یا فطری کی ہے۔ اسی معنی و مطلب کے لحاظ سے براہوئیوں نے اپنے اس بنیادی اور قدیم اور پہلے دور کے ادب کو "لوک ادب" کا نام دیا۔ لوک ادب، قدیم ماحول کا آئینہ دار ہے۔ اس کے مطالعے سے جہاں ایک قوم کے پہلے دور کی گفتگو اور خیالات کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے وہیں ان کے اخلاق، تہذیب، رہن سہن، رسم و رواج اور معاشی ذریعہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ لوک ادب جیسے کہ نام سے ظاہر ہے گاؤں، جنگل، میدان اور پہاڑوں میں پیدا ہوا ہے۔ اس کی تخلیق کرنے والے زیادہ تر ان پڑھ، ادبی قانون سے ناواقف تھے اسی لئے اس ادب میں لفاظی اور تکلف کم ہے۔ سادگی، سچائی اور فطری جذبات نگاری زیادہ ہے۔ مگر اسے تخلیق کرنے والوں کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر تحریری و عوامی رہے ہیں۔ پھر بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ براہوئی لوک ادب کا خلق پورا براہوئی معاشرہ ہے۔ اس کو تحریری صورت میں بڑی دیر کے بعد لایا گیا۔ نہ صرف براہوئی لوک ادب بلکہ عام براہوئی ادب بھی براہوئی حکمرانوں اور اعلیٰ طبقات سے پذیرائی نہ پا سکا۔ یہی سبب ہے کہ براہوئی ادب کی اپنی میراث کو براہوئی عام لوگوں، چرواہاؤں، کسانوں نے سینہ در سینہ ہم تک پہنچایا بصورت دیگر بہت سارا خزانہ محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے مدفون ہو گیا۔ (16)

**Journal of Research (Urdu)**
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

جہاں تک براہوئی زبان کا تعلق ہے تو یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ صوبے کے نام کے لحاظ سے بلوچ آبادی نے اپنی زندگی اور معاشرے کی خصوصیات کو نہ صرف برقرار رکھا ہے بلکہ موجودہ دور کو سائنسی اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر رہی ہے۔اس زبان کے ادب اور ثقافت کو دنیا کے گلوبل ویلج بننے کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ تحقیق اور کام کی ضرورت ہے۔جب ہم براہوئی زبان کی بات کرتے ہیں تو یہاں یہ بات کرنا انتہائی ضروری ہے۔کہ براہوئی زبان کے بارے میں بہت سا تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی تحریر کرتے ہیں:

> ''براہوئی قدیم فارسی کا ایک لفظ ہے۔جس کا مطلب پہاڑی آدمی یا باجگر کا ہے۔یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سندھ میں ''روہ'' کا مطلب پہاڑ اور روہی کا مطلب پہاڑی خطوں میں رہنے والا۔جب نوشیروان بلوچوں کے اس قبیلے سے تنگ آگیا تو ان کو وہاں سے نکالنے لگا۔ایرانی ان بلوچوں سے کہنے لگے ''برو'' یعنی نکل جاؤ ۔تو ان میں سے ہر ایک اپنی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ ''ای'' یعنی میں نکل جاؤں اور اسی مناسبت سے بلوچوں کے اس طائفہ کا نام ''برو''ای بروہی یا بروئی مشہور ہوا۔'' (17)

اس بحث کو اگر آگے لے جاتے ہوئے یہاں پر عبدالقیوم بیدار کے ''براہوئی زبان وادب،ایک جائزہ'' میں درج ان خیالات کا جائزہ لیں تو ہمارے لئے مزید آسانی ہو گی:

> ''تاریخ مردوخ کے مصنف اور میر گل خان نصیر کی رائے میں بہت قریبی مماثلت پائی جاتی ہے۔تورانی اور کوشانی دونوں قبائل نے مرکزی ایشیاء سے اجنبی علاقوں میں نقل مکانی کر کے اپنی حکمرانیاں قائم کی تھیں۔اور دونوں کا قبضہ تواریخی دستاویزات کی رُو سے بلوچستان پر ثابت ہے ۔ لہذا ان شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی زبان مرکزی ایشاء کی تورانی زبانوں کے خاندان سے ہے۔نہ کہ دراوڑی زبانوں کے خاندان سے ۔اصلی براہوئی زبان اس وقت سے فارسی زبان سے متاثر ہوئی جبکہ 853 سال قبل از مسیح براہوئی کردوں نے بلوچستان میں سکونت پذیر ہو کر اپنی حکومت قائم کر لی اور اصلی تورانی قبائل ان میں مدغم ہو گئے اور انہوں نے اس ادغام سے موجودہ براہوئی

زبان کو جنم دیا۔ کیونکہ کُردی زبان خود قدیم فارسی یعنی پہلوی زبان کی ایک شاخ ہے۔ جس کے الفاظ اب بھی کردی اور بلوچی زبانوں میں اپنے اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔"(18)

بلوچستان کے باشندے چاہے جو بھی ان کو اپنے لوگوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنی چاہئے اور زیادہ سے ادب اور ثقافت اور تاریخ کے حوالے سے اپنی خدمات کو سامنے لانا ہوگا۔

# حوالہ جات


1۔ عبدالرحمن براہوئی، براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ،(کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان،2013)،ص20

2. Ayesha Mengal, English in Quetta, (Quetta: Brahui Academy, Pakistan, 2017), P. 27

3۔ جاوید اختر، براہوئی لسانیات،(کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان،2015ء)،ص95

4۔ ایضاً،ص96

5۔ ایضاً،ص57۔58

6۔ کامل القادری، شروخ،(کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان،2012ء)،ص31

7۔ جاوید اختر، براہوئی لسانیات،ص107

8۔ سوسن براہوئی، براہوئی قدیم نثری ادب،(کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان،2016ء)،ص58۔59

9۔ عبدالرحمن براہوئی، براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ،ص24۔25

10۔ شاہین بارانزئی، نرومب ناشکار،(کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان،2019ء)،ص5

11۔ عبدالقیوم بیدار، براہوئی زبان وادب،ایک جائزہ،(کوئٹہ: براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان،1986ء)،ص9

12۔ سوسن براہوئی، براہوئی قدیم نثری ادب،ص9

13۔ شاہ کامل القادری، جواہرات براہوئی،(کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان،2010ء)،ص17

14۔ نور خان محمد حسنی، بلوچستان ثقافتی تناظر،(کوئٹہ: براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان،2019ء)،ص12

15۔ عبدالقیوم بیدار، براہوئی زبان وادب،ایک جائزہ،ص40

16۔ سوسن براہوئی، براہوئی قدیم نثری ادب،ص19

17۔ عبدالرحمن براہوئی، براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ،ص67

18۔ عبدالقیوم بیدار، براہوئی زبان وادب،ایک جائزہ،ص31